دعوت الی اللہ

سلسلہ تبلیغ نمبر ۱۸

از افادات

بار اوّل تین ہزار ۳۰۰۰

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

مرتبہ

حضرت مولانا مشرف علی صاحب تھانوی

شیخ الحدیث و مہتمم دار العلوم الاسلامیہ لاہور

خلیفہ مجاز بیعت عارف باللہ حضرت ڈاکٹر محمد عبد الحی نور اللہ مرقدہٗ

ناشر

شعبہ نشر و اشاعت دار العلوم اسلامیہ

کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

شوال ۱۴۱۳ھ فون ــــــ ۴۴۸۰۶۰ مارچ ۱۹۹۳ء

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	پیش لفظ	۶	۱۷	ہر مدرسہ ایک مبلغ فراہم کرے	۲۱
۲	تبلیغ کی اہمیت	۱۰	۱۸	وعظ کے مضامین	۲۲
۳	تبلیغ کی ضرورت	۱۱	۱۹	نصاب تبلیغ	۲۲
۴	تبلیغ کی صورت	۱۱	۲۰	وعظ میں زیادہ اہتمام کی باتیں	۲۳
۵	دعوت الی اللہ کے اصول	۱۲	۲۱	دعوت خاص یعنی عام مسلمانوں کے لئے طریقہ تبلیغ	۲۳
۶	دعوت کے مختلف درجات ہیں	۱۳	۲۲	احکام اسلام پہنچانے میں اس ترتیب کو ملحوظ رکھیں	۵
۷	دعوت خاصہ ہر مسلمان کے ذمہ ہے	۱۳	۲۳	تعمیر اخلاق	۶
۸	دعوت عامہ عوام کا کام نہیں مقتدا کا کام ہے	۱۵	۲۴	حکام کو دعوت و تبلیغ کا دستور العمل	۷
۹	دعوت عامہ میں داعی عالم ہونا ضروری ہے	۱۵	۲۵	تبلیغ صرف وعظ میں منحصر نہیں	۸
۱۰	جاہل کے لئے وعظ کہنا اور دوسروں کیلئے سننا جائز نہیں	۱۷	۲۶	تبلیغ کیلئے شفقت کی ضرورت ہے	۸
۱۱	دعوت عام اور دعوت خاص کے اصول	۱۷	۲۷	ہر جگہ تبلیغ کرنا واجب نہیں	۹
۱۲	دعوت عام یعنی علماء کیلئے طریقہ تبلیغ	۱۸	۲۸	ہاتھ سے منکرات کو روکنے کا حکم عام نہیں	۹
۱۳	وعظ کی اہمیت	۱۹	۲۹	ایک انوکھا نظام اصلاح و تبلیغ	[illegible]
۱۴	وعظ سننے والوں کی غرضیں	۲۰	۳۰	کتب دینیہ کا نصاب	۱
۱۵	وعظ کا مقصد حقیقی	۲۰	۳۱	خاتمۃ الکتاب	۲
۱۶	وعظ میں انداز بیان	۲۱			

نگاہِ اوّلین

دعوت و تبلیغ کا یہ دستور العمل جو
بڑی محنت و کاوش کے ساتھ حکیم الامت
مجدد الملت حضرت تھانوی قدس سرہٗ
کے مختلف مواعظ، ملفوظات، رسائل اور
تفسیر میں بکھرے ہوئے موتیوں کو جمع کر کے
مرتب کیا گیا ہے۔ انتہائی قابل قدر ہے۔
بے اعتنائی، دینی تعصب یا نگاہِ غفلت کی بنا پر
اس کو نظر انداز نہ کریں۔

مشرف علی تھانوی

کلماتِ بابرکات بطور تقریظ فقیہ الامت حضرت مولانا جمیل احمد صاحب تھانوی مدظلہم

انتہائی تریاق

آجکل کے زمانہ میں کافروں یا ان سے متاثر مسلمانوں نے جو دینی زہر ہر طرح سے پھیلا رکھا ہے اور ہر ہر چیز میں اس کا اثر موجود ہے اور تمام مسلمان غیر شعوری طور سے اس کے استعمال میں مبتلا ہیں اور جسم و روح ایمان و اسلام میں اسے دھوکہ میں آکر خوشدلی سے پیوست کر رہے ہیں اور اس طرح قوم کی قوم بری طرح مسموم کردی گئی ہے ضرورت ہے کہ اس کے لئے فوری طور سے سو فیصد کامیاب تریاق فراہم کیا جائے ورنہ "ولپس ازانکہ من نمانم بچہ کار خواہی آمد" ہر شخص کو اس کی ضرورت محسوس، ہر درد مند مسلم دل میں اس کی تڑپ موجود ہے۔ یہ تریاق مجدد الملت حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی کی تعلیمات سے ہی مل سکتا ہے مگر ضرورت تھی کہ ان میں سے اس تریاقی نسخہ کے اجزاء انتخاب کر کے کوئی اللہ کا بندہ ایک جگہ جمع کردے تاکہ سہل نسخہ سہل طریقہ سے ہاتھ آجائے۔ اللہ تعالٰے جزائے خیر عطا فرمائیں۔ ان کو جنہوں نے اس کو فراہم کرنے میں کوشش کی اور تمام مسلمانوں کے لئے نجات کی سیدھی ہلکی اور سو فیصد کامیاب راہ نکال کر رکھ دی۔ اب بھی اس پر کوئی عمل پیرا نہ ہو تو چشمۂ آفتاب را چہ گناہ۔

میں نے ان سب مضامین کو سن لیا ہے۔ الحمد للہ انتہائی مفید مضامین ہیں۔ سب مسلمانوں کو اس پر عمل کرنا چاہیئے۔

فقط

جمیل احمد تھانوی

۲۹۔ ربیع الاول ۱۴۰۱ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

پیش لفظ

اس دور میں جب کہ اسلام سے ناواقفیت ایک وبا کی طرح پھیلتی جارہی ہے، دشمنانِ اسلام نت نئے روپ سے مسلمانوں کو فریب دے رہے ہیں، عیسائیت اور یہودیت کا جال پھیلتا جارہا ہے۔ دہریت و مادہ پرستی کا دام فریب مسلمانوں کو شکار کررہا ہے۔ اسلام کے نام سے لاتعداد جماعتیں دینی تحریکوں کے روپ میں جنم لے رہی ہیں، صحابہ کرام، فقہائے عظام، علمائے دین اور اولیاء و صوفیائے کرام سے نفرت، اور ان کی بے حرمتی، قرآن فہمی کے خوبصورت عنوان میں فتنہ انکارِ حدیث، محدثین، متکلمین اور صوفیاء و عارفین کی خدمات کے لایعنی ہونے کا تصور، قانونِ خداوندی میں اپنی خواہشاتِ نفسانی کی پیوندکاری، حدود اللہ اور اسلامی تعزیرات کے ظلم عظیم ہونے کا تصور، اسلامی نظامِ حیات پر ملائیت اور دقیانوسیت کے تصور سے نوجوان کو بے زار کرنے کی تحریک۔ غرض اس دور میں اسلام سے بے تعلقی اور بے زاری کا سیلاب جس قدر تیزی سے پھیل رہا ہے اس کا اندازہ آپ سب حضرات ادنیٰ توجہ سے فرما سکتے ہیں۔

ایک زمانے تک اسلام ذہنوں میں انقلاب برپا کرتا رہا۔ دشمنانِ اسلام کے علاقوں فتوحات ہوتی رہیں۔ مسلمان مذہبی قومیت کی بنیاد پر اپنی برتری کا لوہا چار دانگ عالم سے منواتا رہا۔ لیکن آج مسلمان مذہبی قومیت میں احساسِ کمتری کا شکار ہیں۔ دنیا کی مادی طاقتوں پر نظر اور آس لگانے پر مجبور، اور دنیا کی سیاست پر ہر انقلاب کو قبول کرنے کے لئے تیار ہیں۔

تجزیہ کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب تک مسلمان دینِ اسلام کی اشاعت اور

تبلیغ کو اپنا مشن تصور کرتے رہے، ہر فرد میں دین سیکھنے اور سکھانے کا جذبہ کارفرما رہا، علماء دین کے علاوہ، تجارت پیشہ ور افراد، تعلیم گاہوں کے معلمین، مزدور و کسان، اور دفتروں میں بیٹھ کر کام کرنے والے حضرات، غرض کہ ہر فرد دین اسلام کی تعلیم حاصل کرنے اور اس کو پھیلانے کو اپنا مشن اور ذمہ داری تصور کرتا رہا اس وقت تک دین پھیلتا رہا۔ ذہنوں میں انقلاب آتا رہا۔ اس کے خلاف عیسائیوں نے اپنے دین کی تبلیغی ذمہ داری صرف پادریوں کے سپرد کر دی، نتیجۃً عیسائیت سمٹ کر گرجاؤں میں پہنچ گئی، ان کے علاقے مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئے۔

آج مسلمانوں نے دین سیکھنے اور سکھانے کا جذبہ ختم کر دیا۔ اس کے مقابلہ میں عیسائیت کے علمبرداروں نے ہسپتالوں، تعلیمی اداروں تفریحی مراکز، اور تجارتی حلقوں میں تندہی سے اپنے دین کو پھیلانا شروع کر دیا، ادھر مسلمان اس ذمہ داری کو صرف علماء کرام کا فریضہ سمجھ کر فارغ ہو گئے، نتیجۃً گھر گھر میں عیسائیوں کی تہذیب اور لادینی تمدن پھیلنا شروع ہو گیا۔ لوگ دین کی صحیح رہنمائی سے ناآشنا ہو گئے اور اسلام دشمن عناصر مختلف رنگ و روپ سے مسلمانوں کے سامنے دین اسلام کو مسخ کر کے پیش کرنے لگے۔ علماءِ کرام سے نفرت کا بیج بویا جانے لگا۔ مسلمانوں کو یہ باور کرایا جانے لگا کہ قرآن کے مخاطب ہم ہیں، اس لئے ہمیں اس کے سمجھنے میں ملا کے ذہن کی غلامی نہیں کرنی چاہیئے۔ علماء کی تشریحات سے آزادی، فقہاءِ کرام کی فراست سے بے زاری، مطالب قرآنی میں حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بے نیازی کا زہر پھیلایا جانے لگا۔ جس کا منشا اور مقصد یہ ہے کہ دین کا یہ مفہوم اور جو تصور ہم چاہیں وہی اسلام کا تصور کہلائے۔ اور اس طرح قوم اگر اسلام چھوڑنے کا تیار نہیں، تو اسلام کے لباس میں لادینی تصور پیش کیا جا سکے، اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ اگر ڈاکٹری اور دوا سازی کا معلم ڈاکٹر یا حکیم ہی ہو سکتا ہے۔ انجینئری کسی انجینئر سے ہی سیکھی جا سکتی ہے۔ سائنس کا پروفیسر

سائنس دان ہو ہو سکتا ہے تو اللہ و رسول کی تعلیمات درس و تدریس بھی اس کے جاننے والے ہی کر سکتے ہیں۔ دین وہی صحیح طور پر سکھا سکتا ہے جو اس سے باخبر ہے، صرف کتاب دیکھ کر نسخہ نہیں لکھا جا سکتا۔ مکان نہیں بنایا جا سکتا۔ تو اللہ و رسول کے احکام کا مسئلہ کیسے بتایا جا سکتا ہے۔ اور بتایا بھی جائے تو اس کے مستند ہونے کی کیا دلیل ہو سکتی ہے، اسلئے اب جبکہ ہم اپنے ملک میں اللہ کے قانون کو عملاً اپنا رہے ہیں، تو ضرورت اس بات کی ہے کہ اس وقت تمام مسلمان خصوصاً علماءِ کرام اور شیدائے اسلام صحافی، وکلا اور دانشور حضرات وقت کی نزاکت کو سمجھیں۔ دشمنان اسلام کے حربوں سے بچیں، دین علمائے دین ہی سے سیکھیں اور اجتماعی تبلیغی جدوجہد کے لئے علماء فارغ وقت کریں۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مشن کی تبلیغ میں مستعد ہوں، صحافی اپنے اخبارات و رسائل کے ذریعہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دین کے صحیح ترین تصور کا تحفظ کریں۔ عوام علماء کے قریب آئیں اور علماء کو اپنے قریب کریں اور اپنے اپنے حلقۂ اثر میں پھیلائیں اور قرآن پاک کے ان ارشادات (۱) كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (تم بہترین امت ہو جن کو لوگوں کی ہدایت کیلئے بھیجا گیا ہے تم نیکی کا حکم کرتے ہو اور برائیوں سے روکتے ہو۔ (۲) وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (اس سے اچھا بات کہنے والا کون ہوگا جو اللہ کی طرف بلاتا ہو اور خود اچھے عمل کرتا ہو اور یہ کہتا ہو کہ میں تو مسلمانوں میں سے ہوں) (۳) وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ (تم میں ایک جماعت ایسی ضرور ہونی چاہیئے جو ہمیشہ خیر اور بھلائی کی طرف بلاتی رہے لوگوں کو نیکی کا حکم کرتی رہے اور برائیوں سے روکتی رہے۔ (۴) وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِی الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا

اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ (مومنین کے لئے یہ جائز اور مناسب نہیں کہ سب ہی جہاد میں چلے جائیں ان میں سے ایک ایسی جماعت کیوں نہ مقرر ہوئی کہ جو دین میں سمجھ بوجھ کے ساتھ تفقہ پیدا کرتے، پھر جب جہاد میں جانے والے ان کے پاس لوٹ کر آتے تو دین کی باتیں ان کو سنا کر خدا کے خوف سے ڈراتے تاکہ وہ ہر عمل میں اللہ سے ڈرتے)۔

(۵) اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۔
یعنی اپنے رب کی راہ یعنی دین اسلام کی طرف لوگوں کو حکمت اور اچھی نصیحت کے ذریعہ بلائیے۔ اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بحث کیجئے۔

ان آیات پر عمل پیرا ہوں۔ دین کی تبلیغ و اشاعت کے لئے کیونکہ سب سے پہلے خود سیکھنا ضروری ہے۔ پھر سیکھنے کے بعد دوسروں تک پہنچانے کے اصول و ضوابط کی ضرورت ہے اس لئے ناچیز نے حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کے مواعظ اور تصانیف سے نیز حضرت کے تربیت یافتہ مزاج شناس خلفاء عظام کی تعبیرات سے دعوت و تبلیغ کے زریں اصول کا یہ گلدستہ مرتب کیا ہے حق تعالےٰ اپنے فضل و کرم سے اسے قبول فرمائے اور اس ناکارہ خلائق اور تمام مسلمانوں کو حضرت حکیم الامت کے مقرر فرمودہ اصول پر دین سیکھنے اور سکھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ۔

مشرف علی تھانوی

۲۹ ربیع الاول ۱۴۰۱ھ

دعوت الی اللہ

تبلیغ کی اہمیت

جس طرح تعلیم کے صحیح معنی انسان کو اس کے مقصد وجود، اور اس مقصد کی تحصیل و تکمیل کا علم عطا کرنا ہیں، اسی طرح تبلیغ کے معنی اس علم کو حاصل کر کے دوسروں تک پہنچانا ہیں۔ حضرات انبیاء اور حضرت خاتم الانبیاء نبی الاسلام علیہ الصلاۃ والسلام کو ان کے مقصد وجود اور اس کی تحصیل و تکمیل کے وسائل کا علم براہ راست اللہ تعالےٰ سے وحی و تنزیل کے ذریعے عطا ہوا ہے، پھر تمام انبیاء اور نبی الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم آخر دم تک اسی کو دوسروں تک پہنچاتے رہے۔ دراصل رسول اللہ یا پیغمبر خدا کی لفظی اور معنوی حقیقت اور نبوت کا بنیادی فریضہ و منصب مبلغ ہونا ہی ہے۔ یعنی وہ اللہ کے رسالہ یا پیغام کو اس کے بندوں تک پہنچانے والا ہوتا ہے۔

آخری رسول نے اپنے آخری حج حجۃ الوداع کے موقع پر امت کو وداع (رخصت) فرماتے ہوئے رسالت و نبوت کے اسی منصب و فریضہ کی اہمیت بتلا کر اس کی کماحقہ ادائی پر اس طرح صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو گواہ فرمایا کہ "دیکھو کیا میں نے (خدا کا پیغام) پہنچا دیا"۔ سننے والوں نے گواہی دی کہ ہم عرض کریں گے کہ آپ نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا اور اپنا فرض پورا کر دیا۔ بندوں کی اس گواہی پر آسمان کی طرف انگلی سے اشارہ فرما کر خود حق تعالےٰ کو تین بار گواہ فرمایا کہ اے اللہ آپ بھی گواہ رہیں۔ ساتھ ہی امت کو اپنے بعد یہ فریضہ سپرد فرماتے ہوئے حکم دیا کہ حاضر غائب کو پہنچاتا رہے۔ انبیاء علیہم السلام

کی بعثت کا اصل مقصد یہی تبلیغ احکام تھا۔[1]

تبلیغ کی ضرورت

فرمایا۔ ہم نے مانا کہ تمہیں غیر قوموں سے خود اپنا اندیشہ نہیں مگر اپنے بھائیوں کا توغم ہونا چاہیئے کہ غیر قومیں ان کو تباہ کر رہی ہیں اس معاملہ میں ایک بڑی کوتاہی یہ بھی ہے کہ برسوں سے حق بات اپنے بھائیوں تک پہنچائی ہی نہیں گئی ہے۔[2]

تبلیغ کی صورت

اس وقت فضائے زمانہ کا مقتضیٰ یہ ہے کہ احکام الٰہیہ کے پہنچانے کا کام ہر مسلمان اپنے ذمہ لازم سمجھے اور ہر شخص اسی دھن میں لگ جائے جیسا کہ ہمارے اسلاف کا طریقہ تھا کہ علماء و صوفیہ، امراء و رؤساء امیر و غریب خواندہ و ناخواندہ سب کو یہی دھن تھی کہ جتنا جس کو احکام اسلام کا علم ہے اس کو دوسروں تک پہنچایا جائے۔ علماء وعظ و تذکیر کرتے تھے صوفیہ اپنی مجلسوں میں نور باطن سے اور اپنی پاکیزہ باتوں سے بندگان خدا کو اللہ کی طرف متوجہ کرتے تھے۔ تاجر اپنے معاملے اور باہمی ملاقات میں اس کام کو نہ بھولتے تھے۔ اس عام توجہ کا یہ اثر تھا کہ بہت جلد لاکھوں کروڑوں بندگان خدا کو حق کی طرف ہدایت ہو گئی۔ اگر یہ کام تنہا علماء کے ذمہ ڈال دیا جاتا تو حق کی روشنی ان مقامات پر نہ پہنچ سکتی جہاں کسی عالم یا فاتح کا قدم نہیں پہنچا۔ پس ضرورت ہے کہ تمام اہل اسلام عموماً اور میرے ساتھ تعلق رکھنے والے خصوصاً آج ہی سے اس دھن میں لگ جائیں کہ جتنا جس کو اسلام کے متعلق علم ہے اس کو دوسروں تک

---

[1] تجدید تعلیم و تبلیغ از مولانا عبدالباری ندوی خلیفہ حکیم الامت قدس سرہ ص ۱۳۲

[2] وعظ الصلاح والاصلاح ورج ۵ ص ۵۱۰

پہنچائے اور اس فریضہ کے ادا کرنے میں سرگرم ہو جائے اور غیب سے نصرت الٰہی کا امیدوار رہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی خدمت کرنے والوں کی ضرور مدد فرماتے ہیں ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم [1] (البتہ احکام تبلیغ میں اس اصول کو مدنظر رکھے کہ اگر عالم ہے تو وعظ کے ذریعہ خطاب عام کرے لیکن اگر عالم نہیں تو خاص متعلقین میں خطاب خاص سے پہنچائے)

دعوت الی اللہ کے اصول

دعوت کے لفظی معنی بلانے کے ہیں یعنی اللہ کی طرف بلانا، انبیاء علیہم السلام کا پہلا فرض منصبی لوگوں کو اللہ کی طرف بلانا ہے، پھر تمام تعلیمات نبوت و رسالت اسی دعوت کی تشریحات ہیں۔ قرآن پاک میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خاص صفت داعی الی اللہ ہونا ہے۔ وَدَاعِيًا إِلَى اللّٰهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا ○ (اللہ کے حکم سے اللہ کی طرف بلانے والے ہیں اور روشن چراغ ہیں) امت کو اللہ کی طرف سے حکم ہوا یَا قَوْمَنَا أَجِيبُوا دَاعِيَ اللّٰهِ (اے قوم اللہ کی طرف بلانیوالے کی دعوت قبول کرو اور اللہ کی طرف آؤ) تعبیر میں کبھی اس لفظ کو دعوت الی اللہ کا عنوان دیا جاتا ہے کبھی دعوت الی الخیر کا اور کبھی دعوت الی سبیل اللہ کا۔ حاصل سب کا ایک ہی ہے۔ کیونکہ اللہ کی طرف بلانے سے اس کے دین اور صراط مستقیم ہی کی طرف بلانا مقصود ہوتا ہے جو سراپا خیر ہے [2]

(۱) حکمت (۲) موعظت (نصیحت) (۳) مجادلہ (اچھے انداز سے بحث)

حکمت سے وہ طریقۂ دعوت مراد ہے جس میں مخاطب کے احوال کی رعایت سے ایسی تدبیر اختیار کی گئی ہو جو مخاطب کے دل پر اثر انداز ہو سکے اور نصیحت سے مراد یہ ہے

---

[1] رسالہ تفہیم المسلمین ص۳ [2] معارف القرآن مفتی محمد شفیع صاحب جلد ۵ ص۴۰۲

کہ خیر خواہی و ہمدردی کے جذبہ سے بات کہی جائے اور اچھی نصیحت سے مراد یہ ہے کہ عنوان بھی نرم ہو، دل خراش توہین آمیز نہ ہو، مجادلہ اور بحث سے یہ مراد ہے کہ اگر بحث مباحثے کی نوبت آجائے تو وہ بھی شدت اور خشونت سے اور مخاطب پر الزام تراشی اور بے انصافی سے خالی ہونا چاہیئے۔ بس اتنا کام آپ کا ہے پھر اس تحقیق میں نہ پڑیئے کہ کس نے مانا کس نے نہیں مانا، یہ کام خدا کا ہے۔[1]

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے جس شخص کو کسی غلطی پر متنبہ کرنا ہے اگر تم نے اس کو تنہائی میں نرمی کے ساتھ سمجھایا تو یہ نصیحت ہے اور اگر علانیہ لوگوں کے سامنے اس کو رسوا کیا تو یہ فضیحت ہے۔[2]

دعوت کے مختلف درجات ہیں

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ اب سمجھئے اس دعوت کے مختلف درجات ہیں جو جس درجہ کا اہل ہو ویسا ہی اہتمام کرے۔ اس کا پتہ اس آیت سے چلتا ہے۔ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۔ فرماتے ہیں کہ تمہارے اندر ایک ایسی جماعت ہونی چاہیئے جو دعوت الی الخیر کرے، اور امر بالمعروف کرے اور نہی عن المنکر کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک خاص جماعت کا کام ہے ساری امت کا نہیں اور دعوت الی الخیر اور دعوت الی اللہ کے ایک ہی معنی ہیں۔ سو اس میں تو اس کو ایک خاص جماعت کا کام فرمایا گیا ہے اور دوسرے مقام پر ارشاد ہے قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ کہ فرما دیجئے یہ میرا راستہ ہے بلاتا ہوں اللہ کی طرف بصیرت پر ہو کر میں اور جتنے میرے

---

[1] معارف القرآن مفتی محمد شفیع صاحب ج ۵ ص ۴۰۸ [2] معارف القرآن ج ۵ ص ۴۲۰

تبع ہیں اور حق تعالےٰ تمام برائیوں سے پاک ہے اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔ دیکھئے یہاں پر مطلقاً ومن اتبعنی ہے یعنی جتنے میرے تبع ہیں سب حق کی طرف بلاتے ہیں۔ اس میں عموم ہے۔ اس خصوص اور اس عموم سے معلوم ہوا کہ اس کے درجات ومراتب ہیں ایک درجہ کا پہلی آیت میں ذکر ہے اور ایک درجہ کا دوسری آیت میں۔ اور وہ درجات دو ہیں۔ ایک دعوت عامہ، ایک دعوت خاصہ پھر دعوت عامہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک دعوت حقیقیہ اور ایک دعوت حکمیہ۔ دعوت حکمیہ وہ جو کہ معین ہو دعوت حقیقیہ میں۔ میں نے آسانی کے لئے یہ لقب تجویز کئے ہیں۔ ان میں اصل دو ہی قسمیں ہیں دعوت الی اللہ کی عموت عامہ اور دعوت خاصہ اور ایک قسم معین ہے دعوت عامہ کی تو اس طرح یہ کل تین قسمیں ہو گئیں تو ہر شخص کے متعلق جدا جدا مرتبہ کے لحاظ سے ایک ایک دعوت ہو گئی۔[1]

دعوت خاصہ ہر مسلمان کے ذمہ ہے

فرمایا دعوت خاصہ ہر مسلمان کے ذمہ ہے اور وہ وہ ہے جس میں خطاب خاص ہو۔ اپنے اہل وعیال کو دوست احباب کو اور جہاں جہاں قدرت ہو حتیٰ کہ اپنے نفس کو بھی۔ چنانچہ حدیث میں ہے کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ کہ تم میں کا ہر ایک راعی (نگران) ہے۔ اور تم میں کا ہر ایک قیامت کے دن پوچھا جائے گا۔ کہ رعیت (جو نگرانی میں ہیں) کے ساتھ کیا کیا۔ یہ دعوت خاصہ ہے اور قرآن پاک میں بھی اس کا ذکر ہے۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا۔ اے ایمان والو اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو عذاب دوزخ سے بچاؤ۔ یہ بھی دعوت خاصہ ہے کہ اپنے اہل وعیال کو عذاب دوزخ سے بچانے کا حکم ہے سو اس کا تو ہر شخص کو اپنے گھر میں اور تعلقات کے محل میں اہتمام کرنا چاہیئے۔[2]

---

[1] وعظ الدعوت الی اللہ ص۳۰ [2] وعظ الدعوت الی اللہ ص۳۵

دعوت عامہ عوام کا کام نہیں مقتداؤں کا کام ہے

فرمایا ایک دعوت عامہ ہے جس میں خطاب عام ہو یہ کام ہے صرف مقتداؤں کا جیسا کہ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ الآیۃ سے معلوم ہو رہا ہے اور اس تخصیص میں ایک راز ہے وہ یہ کہ دعوت عامہ (یعنی وعظ) اسی وقت مؤثر ہوتی ہے جب کہ قلب میں داعی کی وقعت ہو، بلکہ مطلق دعوت میں بھی اگر داعی کی وقعت نہ ہو تو وہ مؤثر نہیں ہوتی تو عام دعوت میں عام مخاطبین کے قلب میں داعی کی وقعت ہونا چاہیئے۔ اور ظاہر ہے کہ بجز مقتدا کے کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو عام لوگوں کے دل پر اثر ڈال سکے، اور ایسے لوگ کتنے ہوتے ہیں جو یہ سمجھتے ہوں کہ انظر الی ما قال ولا تنظر الی من قال (یہ دیکھو کیا کہا ہے یہ نہ دیکھو کس نے کہا ہے) اور یہ سمجھتے ہوں ؎

مرد باید کہ گیرد اندر گوش ۔۔۔ ور نبشت است پند بر دیوار

(انسان کو چاہیئے کہ نصیحت پر عمل کرے وہ نصیحت کی بات خواہ دیوار پر لکھی ہوئی کیوں نہ ہوں)

تو ایسے لوگ تو بہت ہی کم ہوتے ہیں ورنہ عموماً یہ دیکھتے ہیں کہ واعظ یا داعی با وقعت ہے یا نہیں۔ اگر وقعت نہیں ہوتی تو یہ شبہ ہو جاتا ہے کہ جب ہمارے برابر کا ہو کے ہم کو نصیحت کرنا چاہتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ترفع چاہتا ہے اور ہم سے بڑا بننا چاہتا ہے اور واقع میں اکثر ہوتا بھی یہی ہے۔ اس وجہ سے دعوت عامہ میں داعی مقتدا ہونے کی ضرورت ہے۔[1]

دعوت عامہ میں داعی عالم ہونا چاہیئے

دعوت عامہ کی ہر شخص کو اجازت نہیں یہ کام ایسے لوگوں کا ہے جن کا درجہ مقتداء

---

[1] وعظ الدعوت الی اللہ ص ۳۸

کا ہے اس لئے دعوت عامہ میں مقتداء کا عالم ہونا بھی ضروری ہے تاکہ اس کے علم اور تقویٰ کی وجہ سے اس کو مقتداء کا مقام حاصل ہو سکے۔

حضرت تھانوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ مقتداء کا عالم ہونا اس لئے بھی ضروری ہے کہ خطاب عام کرتا ہوا یعنی وعظ کہتا ہوا دیکھ کر لوگ یہی سمجھیں گے کہ یہ دین کے مقتدا اور عالم ہیں اور یہ سمجھ کے ان سے شرعی اور فقہی مسائل پوچھیں گے۔ اور اگر یہ عالم نہ ہوا تو یہاں مسائل کے نام صفر ہوگا اور اتنی ہمت نہ ہوگی کہ کہہ دیں کہ ہم کو معلوم نہیں، اور ہر وقت ایسی ترکیب سمجھ میں نہیں آتی کہ ٹال دیا کریں۔ لامحالہ اس حدیث کا مضمون واقع ہوگا کہ فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا یعنی بغیر علم کے جو جی میں آئے گا فتویٰ دیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوں کو بھی گمراہ کریں گے[1] جان چھڑانے کی ترکیبیں بھی بعضوں کو تو آتی ہیں بعض کو نہیں آتی۔ جسے نہیں آتی وہ کیا کرے گا۔ غلط سلط مسئلہ بتائے گا۔ یہ خرابی ہوگی۔ جاہل کے داعی عام یعنی واعظ ہوتے ہیں۔ اس لئے فرمایا۔ وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ الآیۃ کہ تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہئیے جو لوگوں کو خیر کی طرف بلائے اور نیکی کا حکم کرے برائی سے روکے۔ دوسری آیت میں فرمایا فلولا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين ولينذروا قومهم اذا رجعوا اليهم لعلهم يحذرون۔ کہ تم میں کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہئیے کہ جو دین میں کامل علم حاصل کر کے تفقہ پیدا کریں تاکہ اپنی قوم کو خدا کی نافرمانی سے ڈرائیں جب بھی وہ قوم ان کے پاس آئے۔

یہ آیت صاف بتا رہی ہے کہ دعوت عامہ کا کام صرف علماء کا ہے عوام کا نہیں بہرحال جن میں خطاب عام کی اہلیت ہو وہ خطاب عام کریں جن میں خطاب عام کی اہلیت نہ ہو وہ عام مجمعوں میں وعظ نہ کریں، لیکن اپنی بیوی بچے دوست احباب شاگرد، ملازم

---

[1] وعظ الدعوت الی اللہ صہ ۳۹

اور ماتحت میں جتنے مواقع دین پہنچانے کے میسر آئیں وہاں خطاب خاص سے دین پہنچائیں۔

جاہل کیلئے وعظ کہنا اور دوسروں کیلئے اس کا وعظ سننا جائز نہیں

بیان القرآن میں حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ "پھر قادر علی التبلیغ کے لئے منجملہ شرائط کے ایک شرط ضروری یہ ہے کہ اس امر کے متعلق شریعت کا پورا حکم اس کو معلوم ہو۔ اور علم کی شرط ہونے سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ آج کل جو اکثر جاہل یا کالجاہل وعظ کہتے پھرتے ہیں اور بے دھڑک روایات واحکام بلاتحقیق بیان کرتے ہیں سخت گنہگار ہوتے ہیں اور سامعین کو بھی ان کا وعظ سننا جائز نہیں ہے[1]

دعوت عام اور دعوت خاص کے اصول

دین اسلام کے احکام سیکھنا ان پر عمل کرنا اور دوسروں تک پہنچانا یوں تو ہر مسلمان کے ذمہ فرض ہے مگر جیسا کہ گزشتہ اوراق سے معلوم ہوا اس کے درجات ہیں۔ پورا علم حاصل کرکے حدیث وقرآن کی تشریح وتفسیر پر قدرت حاصل کرنے کے بعد وعظ کہنا اس کو دعوت عام کہتے ہیں۔ یہ صرف علماء کا کام ہے عوام کا کام نہیں۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ تبلیغ صرف علماء ہی کا کام ہے عوام تبلیغ نہیں کرسکتے بلکہ جو لوگ پورے عالم نہیں ان کو بھی دین کا کچھ نہ کچھ علم تو ضرور ہوتا ہے، یا ہو سکتا ہے اس لئے ان کا فرض ہے کہ جس حلقہ پر ان کو قدرت ہے جہاں ان کی بات کا اثر ہو سکتا ہے جو لوگ ان سے وابستہ ہیں ان میں دعوت خاص کے اصول پر جس قدر دین ان کو حاصل ہو اس کی تبلیغ کرتے رہیں۔ اس لئے کہ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔ کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ (تم میں سے ہر شخص ذمہ دار اور نگران ہے اور

---

[1] بیان القرآن جلد ۱ ص ۴۵

ہر ایک سے اس کی نگرانی میں رہنے والے متعلقین کے بارہ میں سوال کیا جائے گا اس لئے اپنے اپنے دائرہ اختیار میں ہر شخص کے ذمہ تبلیغ فرض ہے (چنانچہ حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہٗ کا ارشاد گزشتہ اوراق میں بعنوان "تبلیغ کی صورت" گزر چکا ہے)۔ اسلئے اب ان دونوں پہلوؤں پر تفصیلی جائزہ نقل کرتا ہوں، تاکہ دعوت عام جو علماء کا فریضہ ہے اس میں علماء اپنی ذمہ داریاں محسوس کریں اور پوری فکر و تندہی کے ساتھ اپنے علم سے عوام کی رہنمائی کریں، دوسری طرف عام مسلمان جو عالم نہیں وہ تبلیغ کو صرف علماء کا کام سمجھ کر فارغ نہ بیٹھ جائیں، بلکہ دعوت خاصہ کے قواعد اور اصول کے تحت جو تبلیغ ان کے ذمہ فرض ہے وہ بھی تندہی کے ساتھ انجام دیں۔

نیز علماء اور عوام اصول و قواعد اور نظم کے ساتھ تبلیغ کا فریضہ انجام دیں تاکہ کام میں خیر و برکت بھی ہو، اور اپنی اور دوسرے مسلمانوں کی صلاح و فلاح کا سامان آسان انداز میں میسر آسکے۔

دعوت عام یعنی علماء کیلئے طریقہ تبلیغ

علماء کیونکہ دین کا پورا علم حاصل کرنے کے بعد یہ کام انجام دیں گے۔ اس لئے انہیں کسی ایک طریقہ میں اپنے آپ کو منحصر کرنے کی ضرورت نہیں، بلکہ ان کے لئے تبلیغ کے مختلف شعبے ہیں۔ وعظؔ، تدریسؔ، امر بالمعروف بخطاب خاص، اور تصنیف و تالیف۔ حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ "علماء کو ان چاروں شعبوں کو اختیار کرنا چاہیے۔ اس طرح کہ طلباء کے سامنے تو مدرس بن کر بیٹھیں اور عوام کے سامنے واعظ ہوں اور خاص مواقع میں امر بالمعروف کریں اور خاص مواقع سے مراد یہ ہے کہ جہاں اپنا اثر ہو وہاں خطاب خاص سے نصیحت کریں۔ کیونکہ ہر جگہ امر بالمعروف مفید نہیں ہوتا، اور بعض دفعہ عام لوگوں کو امر بالمعروف کرنے کی وجہ سے مخالفت بڑھ جاتی ہے جس کا تحمل ہر ایک سے نہیں ہوتا اور اگر کسی سے تحمل ہو سکے تو سبحان اللہ وہ امر بالمعروف کریں مگر یہ ضروری ہے

کر اپنی طرف سے سختی اور درشتی کا اظہار نہ کریں، بلکہ نرمی اور شفقت سے امر بالمعروف کرے، اس پر بھی مخالفت ہو تو تحمل کرے، اور اگر تحمل کی طاقت نہ ہو تو خطاب خاص نہ کرے، محض خطاب عام پر اکتفاء کرے۔ غرض امر بالمعروف وہیں کرے جہاں قدرت ہو۔ اور یہ آجکل بالکل ہی متروک ہو گیا ہے باپ بیٹے کو، اُستاد شاگرد کو، پیر مرید کو، آقا نوکر کو اور خاوند بیوی کو بھی تو امر بالمعروف نہیں کرتا حالانکہ یہ ایسے رشتے ہیں کہ جن میں انسان کو پورا اثر ہوتا ہے تو یہ بہت بڑی کوتاہی ہے جس کا ہم سے سوال ہو گا، تین کام تو یہ ہوئے اور علماء کا چوتھا کام تصنیف کا ہے علماء کو ضرورت کے وقت تصنیف بھی کرنا چاہیے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ سب کے سب مصنف اور واعظ ہو جائیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ بقدرِ ضرورت علماء میں کچھ لوگ مصنف اور واعظ بھی ہونے چاہئیں، کیونکہ یہ امور فروض کفایہ ہیں۔ ہر کام کرنے والے ضرورت کے مطابق کافی مقدار میں ہونے چاہئیں۔" (علامہ بیہقی نے حدیث لا یزال طائفۃ من امتی علی الحق منصورین کی شرح میں لکھا ہے کہ:-

> اس سے کوئی خاص جماعت مراد نہیں بلکہ دین کی خدمتیں بہت سی ہیں، ہر شخص ان میں سے جو خدمت بجا لا رہا ہے وہ اس میں داخل ہے خواہ واعظ ہو یا مصنف، فقیہہ ہو یا محدث، (۱۲ جامع)

ایک بستی میں بقدرِ ضرورت واعظ ہوں تو دوسرے علماء پر تبلیغ بذریعہ وعظ واجب نہیں وہ درس و تدریس میں مشغول رہیں[1]

وعظ کی اہمیت

وعظ میں خاص اثر ہے جس سے عوام کی اصلاح زیادہ ہوتی ہے نیز عوام کو اس

---

[1] وعظ العبد الربانی در جلد ۵ ص ۱۴۳۔

سے وحشت بھی نہیں ہوتی بلکہ دلچسپی ہوتی ہے اور اس کا جلدی اثر ہوتا ہے۔ تصنیف میں بھی وعظ کے برابر اثر نہیں ہوتا اور درس کا نفع تو بہت ہی خاص ہے کہ ایک خاص جماعت تک محدود رہے سب سے زیادہ عام نفع وعظ کا ہے کہ ایک گھنٹہ میں پانچ چھ ہزار کو نفع ہو جاتا ہے تو وعظ کا نفع اتم واعم و اسہل ہے اس کو ضرور اختیار کرنا چاہیئے۔[1]

وعظ سننے والوں کی غرضیں

فرمایا آجکل وعظ سننے والوں کے مختلف مقاصد ہوا کرتے ہیں۔ بعض لوگ تو اس لئے وعظ سننے آتے ہیں واعظ کی تقریر کا اندازہ کریں، کہ وہ کس قبیل کی ہے بیان مسلسل ہوتا ہے یا اکھڑا اکھڑا ہوتا ہے مضامین کی آمد کا کیا حال ہے۔ بعض لوگ اس لئے سنتے ہیں کہ مضامین سنکر واعظ کے خیالات کا اندازہ کریں گے کہ یہ کس خیال کا آدمی ہے۔ بعض لوگ اس لئے آتے ہیں کہ اس کے بیان اور مضامین میں عیب نکالیں گے۔ بعض کی اچھی نیت ہوتی ہے لیکن صرف یہ کہ مجلس وعظ میں شریک ہونے سے اتنا وقت ثواب کے کام میں گزرے گا۔ یہ نیت اگرچہ مستحسن ہے مگر کافی نہیں کیونکہ وعظ سننے سے یہ مقصود نہیں ہوتا۔ ثواب تو نفلوں میں تلاوت قرآن میں بھی بہت کچھ ملتا ہے۔[2]

وعظ کا مقصد حقیقی

فرمایا معلوم ہوا کہ وعظ کی غرض اصلی یہ ہے کہ انسان یہ دیکھے کہ مجھ میں کیا کیا مرض ہیں۔ جتنے امراض وعظ میں بیان کئے گئے ہیں ان میں سے میرے اندر کتنی باتیں پائی جاتی ہیں اور جو پائی جاتی ہیں ان کا علاج کیا ہے؟ اس مقصود کے سوا باقی سب خیالات غیر اصلی ہیں اور جب یہ ہے تو معلوم ہو گیا ہو گا کہ اگر کسی وعظ میں ذرا بھی لذت نہ آئے

---

[1] وعظ العبد الربانی جلد ۵ ص ۱۴۵ [2] وعظ تقویم الزیغ جلد ۶ ص ۶۳۳

تو اس کی پروا نہ کرنی چاہیئے[۱]

وعظ میں انداز بیان

فرمایا واعظ سیاسی امور یا کسی شخص کے ذاتی معاملات کے فیصلہ میں دخل نہ دے اگر اس کی درخواست بھی کی جائے تو صاف انکار کر دے[۲]۔

فرمایا وعظ میں مسلسل تقریروں کے ساتھ مسائل ضروریہ سے بھی مسلمانوں کو مطلع کرنا چاہیئے اور ان سب کاموں میں تحمل لطف و نرمی سے کام لیا جائے[۳]۔

فرمایا بلا ضرورت مسائل اختلافیہ بیان نہ کرے اور جہاں ضرورت ہو یا کوئی اس کے متعلق سوال کر بیٹھے تو تقریر میں یا جواب میں اس کا لحاظ رکھے کہ عنوان متین اور نرم اور مخاطب کے قریب الفہم ہو خشن یا موحش نہ ہو۔ اگر سائل کسی خاص شخص کا نام لے کر جواب کا معارضہ کرے تو اس شخص کی نسبت کوئی کلمہ ثقیل نہ کہے متانت کے ساتھ شبہ کا حل کر دیا جائے خواہ کوئی مانے یا نہ مانے[۴]

ہر مدرسہ ایک مبلغ فراہم کرے

فرمایا ہر مدرسہ میں ایک واعظ محض وعظ و تبلیغ کے لئے رکھا جائے۔ جس کا کام صرف یہ ہو کہ احکام کی تبلیغ کریں اور اس کو ہدایا لینے سے قطعاً منع کر دیا جائے اور استحساناً یہ بھی کہہ دیا جائے کہ مدرسہ کے لئے بھی چندہ نہ کریں بلکہ اگر کوئی زبردستی دینا چاہے تو مدرسہ کا پتہ بتا دیں[۵]

فرمایا ہر مدرسہ اسلامیہ کم از کم ایک واعظ مقرر کرے اور یہ سمجھے کہ ضرورت تعلیم

---

[۱] تکمیل الاسلام جلد ۶ ص ۵۳۴ [۲]، [۳] تعلیم المسلمین ص ۵۰۳ ، [۴] تعلیم المسلمین ص ۳
[۵] وعظ الجہاد ربانی جلد ۵ ص ۱۴۷

کے لئے ایک مدرس کا اضافہ کیا گیا ہے۔ کیونکہ جس طرح مدرسہ کے معلمین طلبہ کے مدرس ہیں یہ واعظین عوام کے مدرس ہیں[1]

وعظ کے مضامین

وعظ میں حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کے مواعظ سے استفادہ کیا جائے اور اصلاح اعمال و اخلاق کے مضامین منتخب کرکے بیان کئے جائیں۔ تقویٰ، فکر آخرت، اعمال کا محاسبہ اخلاق حسنہ، اخلاق سیئہ، نیک صحبت کی ضرورت، اہل اللہ سے تعلق قائم کرنے کی اہمیت اور فائدہ۔ اسلامی اعتقادات، عبادات، معاملات، معاشرت، سیاست اور طریقت (اخلاق باطنی) کے مضامین قرآن پاک سے منتخب کرکے یا احادیث کی روشنی میں بیان کرے۔

نصاب تبلیغ

اس سلسلہ میں حضرت تھانوی قدس سرہٗ کی کتابوں اور مواعظ وغیرہ پر مشتمل ایک نصاب تجویز کیا جاتا ہے جس سے تبلیغ کا طریقہ تبلیغ کے اصول و قواعد اور وہ مضامین جن کی تبلیغ ضروری ہے۔ معلوم ہو سکیں تاکہ علماء اختلافی، سیاسی یا گروہی مسائل میں قوم کو الجھانے کے بجائے اصلاحی اور فکری مضامین بیان کر سکیں اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل کتب ضروری ہیں :۔

مواعظ میں الدعوت الی اللہ، العبد الربانی۔ الصلاح و الاصلاح، تکمیل الاسلام، محاسن اسلام، ضرورۃ الاعتناء بالدین، ضرورت العلم بالدین، ضرورت العلم بالدین، ضرورت العمل فی الدین، تقویم الزیغ، الکمال فی الدین للرجال، طلب العلم، الشریعۃ،

---

[1] تعلیم المسلمین ص ۲

حق الاطاعۃ، اتباع المنیب اور الاعتصام بحبل اللہ ان میں سے جتنے وعظ میسر آ سکیں ان کا مطالعہ کریں خصوصاً اوّل الذکر دو وعظ اور یہ کتب تنظیم المسلمین، تعلیم المسلمین، دعوت الداعی اور حیاۃ المسلمین، نظام تبلیغ کو سمجھنے کے لئے از حد ضروری کتابیں ہیں۔

ایک مبلغ کے لئے حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے انداز تبلیغ پر دعوت و تبلیغ کرنے کیلئے جہاں حضرت کے نظام کو سمجھنا ضروری ہے جس کی نشاندہی کے لئے مندرجہ بالا کتب ذکر کی گئی ہیں، وہاں خود صاحب نظام کے مزاج اور انداز فکر کو سمجھنا بھی ضروری ہے ——————————— اس کے لئے۔ مآثر حکیم الامت سیرت اشرف اور مل سکے تو اشرف السوانح سے مدد لیں۔ جن احکام و مسائل کی تبلیغ کرنی ہے ان کی تفصیل کے لئے حیوۃ المسلمین، جزاء الاعمال فروع الایمان اور تعلیم الدین وغیرہ جن کے مجموعہ کا نام اصلاحی نصاب ہے اکو پیش نظر رکھیں ان کے علاوہ چند کتب کے نام اور لکھتا ہوں جن سے استفادہ انشاء اللہ مفید رہے گا۔

(۱) اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مرتبہ حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب مدظلہٗ۔

(۲) سیرت المصطفےٰ مرتبہ حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحؒ۔

(۳) عقائد الاسلام مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحؒ۔

(۴) تفسیر معارف القرآن مفتی محمد شفیع صاحب رحؒ۔

(۵) بصائر حکیم الامت حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب۔

(۶) بہشتی زیور (۷) تبلیغ دین امام غزالی رحؒ (۸) انفاس عیسیٰ

(۹) تربیت السالک، اور (۱۰) المصالح العقلیہ۔ (۱۱) اسلام اور زندگی

نوٹ:۔ ذاتی طور پر کیونکہ ان کتب کا فراہم کرنا مشکل ہے اس لئے ہر علاقہ ان کتب پر مشتمل لائبریری بنا لینی چاہیے تاکہ بآسانی ہر شخص استفادہ کر سکے۔

وعظ میں زیادہ اہتمام کی باتیں

آجکل سب سے زیادہ ضرورت اس کی ہے کہ مواعظ کے ذریعہ نئی تعلیم سے پیدا شدہ مفاسد الحاد، بے دینی، عریانی بے حیائی۔ ناچ گانے، رقص و سرور کی محفلیں۔ ریڈیو، ٹیلیویژن وغیرہ جیسی تباہ کن صورتِ حال کی اصلاح کی زیادہ فکر کرنی چاہیے۔ واعظین کا کام ہے کہ وہ اپنے مواعظ میں اس قسم کے مضامین کو موضوع بنائیں۔ قوم کی بے راہ روی کے اسباب سے پردہ اٹھائیں اور سیلاب کی طرح پھیلتی ہوئی معصیتوں کی وبا اور بے حیائی و عریانی کی فضا پر قدغن لگانے کی فکر کریں۔ مسلمانوں کو اپنے وعظ سے یہ احساس دلائیں کہ تیرا راستہ کیا تھا اور تیری منزل کس طرف تھی لیکن تو نادانی سے کس منزل کی طرف اور کس راستے پر گامزن ہے۔

قوم کو حقوق العباد اور حقوق اللہ کا سبق پڑھائیں اور ان حدود سے آشنا کریں جن کو بھلا کر قوم ارتکاب جرم کا شکار ہو رہی ہے، افسانے، ناول اور تصاویر پر مشتمل لٹریچر نئی نسل کی تباہی کا باعث بن رہا ہے قوم کو اس کے مفاسد سے آگاہ کریں اور متبادل آسان عام فہم اور مستند کتابوں اور رسالوں کا پتہ بتائیں ہو سکے تو لوگوں کی توجہ مبذول کرا کر ہر محلہ میں مستند دینی کتابوں کی ایک لائبریری قائم کرا دیں۔

دعوتِ خاص یعنی عام مسلمانوں کے لئے طریقہ تبلیغ

اس کے متعلق دستور العمل اور نظام یہ مقرر فرمایا گیا ہے۔

۱۔ ہر شخص کو اولاً خود دین میں متصلب پختہ اور مضبوط ہونا چاہیے۔ احکام الٰہی پر عمل کرنے اور دوسروں تک پہنچانے میں کسی سے مرعوب نہ ہونا چاہیے اور نہ دینی کام میں کسی کے مروت و تعلقات کی پروا کرنا چاہیے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ سے بڑا اور لائق

محبت و تعلق کون ہے جس کے لئے احکام الٰہیہ کو ترک کیا جائے ۔

۲ ۔ ہر شخص کو اس کا خیال کرنا چاہیے کہ کسی جلسہ اور کسی مجلس کو احکام الٰہیہ کے پہنچانے سے خالی نہ رکھے ، مگر باریک اور اختلافی مسائل میں دخل نہ دیں کہ یہ کام علماء کا ہے ۔ سختی کا جواب سختی سے نہ دے صبر و تحمل سے کام لے ۔

۳ ۔ جب کسی دنیوی غرض کے لئے بھی ملاقات ہو یا تجارت و ملازمت کے سلسلہ میں کسی سے ملنا ہو تو حسب موقع باتوں باتوں میں کلمۃ الحق ضرور پہنچا دیا جائے ۔ دین کے معاملہ میں مسلمان کی وہی شان ہونی چاہیے جو کہ حضرات صحابہؓ کی شان ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن نے بتائی تھی جب ان سے پوچھا گیا کہ حضرات صحابہؓ کیسے تھے تو انہوں نے فرمایا کہ دین کے معاملہ میں تو وہ گویا مجنون تھے ۔ (فاذا اریدا احد منهم على شئ من امر الله دارت حماليق عينيه كانه مجنون ۔

(ص ۱۱۰، ۱۱۱ ادب المفرد البخاری)

۴ ۔ رات دن میں کوئی وقت خاص اس کام کے لئے بھی نکالا جائے کہ اس میں بندگان خدا کو احکام اسلام پہنچائے جائیں اور برے کاموں سے روکا جائے ۔

۵ ۔ احکام اسلام پہنچانے میں لہجہ ہمیشہ نرم ہونا چاہیے ، گفتگو تہذیب اور متانت سے کرنا چاہیے ۔ البتہ جن پر اپنی حکومت (اور زور) ہے جیسے بیوی ، اولاد ، نوکر اور شاگرد وغیرہ ان کو اول نرمی سے نصیحت کی جائے پھر بتدریج سختی سے سمجھایا جائے [۱]

احکام اسلام پہنچانے میں اس ترتیب کو ملحوظ رکھیں

۱ ۔ جن کو کلمۂ اسلام معلوم نہیں یا اس کے صحیح تلفظ پر قادر نہیں انہیں کلمۂ اسلام

---

[۱] تفہیم المسلمین ص ۳۱۳ و تجدید تعلیم و تبلیغ ص ۱۳۱

"لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" سکھایا جائے اور اس کے معنی بتائے جائیں۔

٢۔ جن کو معلوم ہو انہیں اس کی تلقین کریں کہ دن رات میں کم از کم ایک تسبیح اس کی ضرور پڑھیں۔

٣۔ جو لوگ نماز نہیں پڑھتے ان کو نماز کی پابندی کی نرمی سے تلقین کریں مردوں کو مسجد میں باجماعت نماز کی تاکید کریں۔ جن کو نماز نہ آتی ہو انہیں نماز سکھانے کی کوشش کریں وضو کا طریقہ خود وضو کر کے بتائیں پاکی و ناپاکی کے ضروری مسائل سے آگاہ کریں۔

٤۔ زکوٰۃ، قربانی، رمضان کے روزے اور حج کی ترغیب دیں تاکہ جن پر واجب ہو وہ ادا کریں۔

٥۔ ہر محلہ اور ہر بستی میں تعلیم قرآن کے مکتب جاری کرانے کی کوشش کریں۔

٦۔ ہر محلہ اور ہر بستی میں کسی ایک بااثر دیندار کو یا چند بااثر دینداروں کی جماعت بنا دیں جو اس طرح خطاب خاص سے دین کے تمام احکام کی تبلیغ کرتی رہے[1]

تعمیر اخلاق

جھوٹ، غیبت، حسد و کینہ، دشمنی، کسی کی بے جا طرف داری، چغلخوری، زنا، بدنگاہی، بے پردگی، شراب نوشی، لڑکوں سے ناجائز تعلقات، سودی لین دین، بیکاری اور آوارگی کے انسداد کی پوری کوشش کریں[2]

سچ بولنے، باہم تواضع اور محبت کا برتاؤ کرنے، انصاف و عدل پر مضبوطی کے ساتھ جمے رہنے، جائز ذرائع معاش میں لگے رہنے، کفایت شعاری اور آمدنی سے زیادہ خرچ نہ کرنے کی بہت تاکید کریں۔ تنگی برداشت کریں۔ مگر حتی المقدور زیادہ خرچ نہ کریں[3]

---

١ تفہیم المسلمین ص٦-٧ ٢ تفہیم المسلمین ص٧ ٣ تفہیم المسلمین ص٧

ہر عمل میں سنت طریقے کا اہتمام خود بھی کریں اور دوسروں میں بھی اس کو رواج دینے کی فکر کریں۔ بدعات و رسوم سے حتی المقدور خود بھی بچیں اور جہاں قدرت ہو ان کو بھی بچانے کی کوشش کریں۔

حکام کو دعوت و تبلیغ کا دستور العمل

تعمیر پاکستان کے سلسلہ میں کیونکہ حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ نے پاکستان کی حمایت کی اور اپنی اور اپنے رفقاء کی بھرپور حمایت سے مسلم لیگ کو تقویت پہنچائی، جس کے نتیجہ میں الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو پاکستان عطا فرما دیا۔ اس دوران حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے حکام اور مسلم لیگ کے عمال کو جس طرح نصیحت فرمائی وہ آج کے دور میں حکمرانوں کو تبلیغ کرنے کے لئے ایک دستور العمل اور اساس ہے۔

اس غرض کے لئے آپ نے مئی ۱۹۳۸ء میں مولانا شبیر علی صاحب مہتمم خانقاہ امدادیہ کو بلایا اور ان سے فرمایا:۔

"میاں شبیر علی ہوا کا رخ بتا رہا ہے کہ لیگ والے کامیاب ہو جائیں گے اور بھائی جو سلطنت ملے گی وہ ان ہی لوگوں کو ملے گی جن کو آج سب فاسق فاجر کہتے ہیں۔ مولویوں کو تو ملنے سے رہی لہٰذا ہم کو یہ کوشش کرنی چاہیے کہ یہ لوگ دیندار بن جائیں اور بھائی آجکل کے حالات ایسے ہیں کہ اگر سلطنت مولویوں کو مل بھی جائے تو شاید مولوی چلا بھی نہ سکیں یورپ والوں سے معاملا(ت) ساری دنیا سے جوڑ توڑ ہمارے بس کا کام نہیں اور صحیح تو یہ ہے کہ سلطنت کرنا دنیا داروں ہی کا کام ہے۔ مولویوں کو یہ کرسیاں اور تخت زیب بھی نہیں دیتا۔ اگر تمہاری کوشش سے یہ لوگ دیندار اور دیانتدار بن گئے اور پھر سلطنت ان ہی کے ہاتھ میں رہی تو چشم ما روشن دل ما شاد، کہ ہم خود سلطنت کے طالب ہی نہیں ہم کو

تو صرف یہ مقصود ہے کہ جو سلطنت قائم ہو وہ دیندار اور دیانتدار لوگوں کے ہاتھ میں ہو اور بس۔ تاکہ اللہ کے دین کا بول بالا ہو۔"

مولانا شبیر علی صاحب نے یہ سن کر عرض کیا کہ پھر تبلیغ نیچے کے طبقہ یعنی عوام سے شروع ہو یا اوپر کے طبقہ یعنی خواص سے؟ اس پر جواب میں ارشاد فرمایا۔

"اوپر کے طبقہ سے! کیونکہ دقت کم ہے خواص کی تعداد کم ہے اور الناس علی دین ملوکھم اگر خواص دیندار اور دیانتدار بن گئے تو انشاءاللہ عوام کی بھی اصلاح ہو جائے گی۔[1]

تبلیغ صرف وعظ میں منحصر نہیں

فرمایا کہ زبانی بیان کرنا شرط تبلیغ نہیں کوئی چھپا ہوا وعظ یا کوئی کتاب حدیث یا فقہ یا تفسیر کی ہاتھ میں لے کر اس کو دیکھ کر مع ترجمہ پڑھ دیا کریں۔ اجمال یا ابہام ہوا مختصر سی تفسیر یا تفصیل کر دی اگر اس پر بھی قدرت نہیں تو ایسا شخص تبلیغ عام کا مکلف ہی نہیں۔[2]

فرمایا کہ پہلے بزرگوں میں زبانی وعظ کا بھی طریقہ نہ تھا مولانا محمد اسحاق صاحب قرآن یا حدیث کی کتاب لے کر وعظ فرماتے تھے اب کوئی ایسا کرے تو عیب سمجھا جاتا ہے کہ کچھ آتا نہیں۔[3]

تبلیغ کے لئے شفقت کی ضرورت ہے

فرمایا کہ تبلیغ اسلام کا کام زیادہ تر شفقت سے ہوا ہے جس کو امت کے حال

---

[1] سیرت اشرف جلد ۲ صفحہ ۲۱۷، صفحہ ۲۱۸ [2] ملفوظات کمالات اشرفیہ صفحہ ۲۸

[3] کمالات اشرفیہ صفحہ ۲۲۰

پر شفقت ہوگا وہی تبلیغ کے مصائب کو خوشی سے برداشت کر سکے گا[۱] فرمایا کہ اسلام کا ایک حسن یہ ہے کہ اس کو اپنی اشاعت کے لئے نہ زر کی ضرورت ہے نہ زور کی[۲]

فرمایا کہ محقق کی ایک منٹ کی تقریر میں جو اثر ہوتا ہے وہ غیر محقق کے آدھ گھنٹے کے لیکچر میں بھی نہیں ہوتا کیونکہ وہ تو دیکھی ہوئی کہہ رہا ہے اور یہ یوں ہی ان گڑھ ہانک رہا ہے[۳]

فرمایا کہ محقق ہمیشہ ضرورت و حالت مخاطب کے لحاظ سے مضمون اختیار کرتا ہے بیان کے لئے چاہے مکرر ہو یا پرانا ہو[۴]

ہر جگہ تبلیغ کرنا واجب نہیں

ایک صاحب نے حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہٗ سے دریافت کیا فی زمانہ مسلمانوں پر تبلیغ اسلام واجب ہے یا نہیں؟

فرمایا جہاں اسلام پہنچ چکا ہو وہاں تبلیغ اسلام واجب نہیں ہے جیسا کہ بلوغ اسلام اکثر جگہ ہو چکا ہے اور تبلیغ سے مقصود بلوغ اسلام ہے (اسلام پہنچ) اگر خود بلوغ ہو جائے تو فرضیت تبلیغ کی ساقط ہو جائے گی[۵]

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جہاں تبلیغ ہو چکی ہو وہاں تبلیغ کرنا ایک مستحب عمل ہے اور جہاں تبلیغ نہ ہوئی ہو وہاں فرض ہے[۶]

ہاتھ سے منکرات کو روکنے کا حکم عام نہیں

فرمایا ہاتھ سے امر بالمعروف کرنے کا حکم عام نہیں بلکہ اہل حکومت کے ساتھ خاص ہے کیونکہ جہاں حکومت نہ ہو وہاں نرمی ہی مناسب ہے۔ امام صاحب نے اس راز

---

۱ کمالات اشرفیہ ص۱۰۹ ، ۲ کمالات اشرفیہ ص۱۰۸ ، ۳ کمالات اشرفیہ ص۲۳ ، ۴ کمالات ص۹۶
۵ ملفوظات مقالات حکمت ص۸۶ ، ۶ الافاضات جلد ۵ ص۲۲۲ ، ص۳

کو خوب سمجھا ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص کسی کا طنبورہ یا مزامیر (یعنی گانے بجانے کے آلات) توڑ دے تو اس پر ضمان لازم آئے گا۔ اور صاحبین فرماتے ہیں کہ ضمان نہ آئے گا "اس نے ازالۂ منکر کیا ہے اور حدیث میں ازالۂ منکر کرنے کا اختیار حکام کو ہے عوام کو اس کا اختیار نہیں۔ امام صاحب کے قول کا راز یہ ہے کہ عوام کی دست اندازی سے فساد ہوگا۔ اور شریعت کا مقصود امر بالمعروف ونہی عن المنکر سے اصلاح ہے نہ کہ فساد۔ لیکن حکومت کے درجے ہیں باپ کو بیٹے پر اور شوہر کو بیوی پر استاد کو شاگرد پر فی الجملہ حکومت ہوتی ہے۔ لہٰذا ان کو اپنے ماتحتوں کے ساتھ ہاتھ سے بھی امر بالمعروف کا حکم ہے لیکن غیروں کے ساتھ ایسا نہ چاہیے وہاں صرف زبان سے کام لیں اور وہ بھی نرمی سے نیز امر بالمعروف بزرگوں کو بھی کیا جاتا ہے مگر وہاں نرمی کے ساتھ ادب کی بھی ضرورت ہے۔[1]

فرمایا کہ تبلیغ کا کام بھی ایک حکیمانہ کام ہے ہر شخص اس کو انجام نہیں دے سکتا اس میں بڑے فہم اور عقل کی ضرورت ہے کہ کس محل میں کیا اور کس عنوان سے کہنا چاہیے۔[2]

فرمایا کہ امر بالمعروف کے وجوب کی دو شرطیں ہیں ایک تو مخاطب سے توقع ہو قبول کی اور کم از کم کسی ضرر کا خوف نہ ہو اور ایک یہ کہ مخاطب کو اس کا علم نہ ہو وہاں توقع ہوتی ہے قبول کی اور اگر علم ہو تو اکثر ناگواری کا سبب ہوتا ہے۔[3]

ایک انوکھا نظام اصلاح و تبلیغ

گذشتہ اوراق سے یہ معلوم کرنا کوئی دشوار نہیں کہ تبلیغ کے احکام کیا ہیں؟ تبلیغ کون کر سکتا ہے؟ تبلیغ کس شخص سے کس انداز سے کی جاتی ہے؟ اور کس طلاقہ میں

---

[1] ملفوظات کمالات اشرفیہ ص۹۳، [2] الافاضات جلد ۵ ص۲۴۶، [3] دعوت و تبلیغ کی شرعی حیثیت ص۲۴،

تبلیغ کرنا فرض ہے۔ کس علاقہ میں مستحب ہے؟ ان تمام حدود وقیود شریعت کی رعایت کے ساتھ خود حکیم الامت قدس سرہٗ نے اجتماعی اصلاح کے لئے ایک نظام دعوت صیانۃ المسلمین کے نام سے اور ایک اس کے شعبہ کے طور پر دعوت الحق کے نام سے مرتب فرما کر امت کی ہدایت کا سامان مہیا فرما دیا۔

علماء کے لئے علیحدہ تبلیغ کے اصول و قواعد مرتب کئے جن کا نام تعلیم المسلمین رکھا، عوام کم پڑھے لکھے افراد کو تبلیغ کا طریقہ سکھانے کے لئے رسالہ تفہیم المسلمین مرتب فرمایا۔ مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق اور نظم مستحکم قائم کرنے کے لئے رسالہ تنظیم المسلمین شائع کیا۔ تبلیغی کام کی ترغیب دینے کے لئے رسالہ دعوت الداعی لکھا، پھر ان تمام شعبوں کو ایک منظم جماعتی حیثیت سے انجام دینے کے لئے ایک نظام مرتب فرمایا جس کا نام صیانۃ المسلمین ہے کاش یہ سب رسالے یکجا شائع ہو جائیں۔

کتب دینیہ کا نصاب

مجلس صیانۃ المسلمین کی طرف سے حکیم الامت قدس سرہٗ کی ۹ کتابوں کو ایک جگہ جمع کر کے اس راہ میں قدم رکھنے والے کے لئے سامان فراہم کر دیا۔ اس مجموعہ کا نام اصلاحی نصاب ہے الحمد للہ پاکستان کے متعدد ناشروں نے اس کو شائع کر دیا ہے۔ یہ وہ مجموعہ ہے جس میں اسلام کے اعتقادات، عبادات، معاملات، معاشرت، سیاست اور طریقت غرض ہر شعبۂ زندگی پر مشتمل مکمل تعلیمات موجود ہیں۔ جس میں فضائل کا حصہ بھی ہے۔ جس سے عمل کی ترغیب ہوتی ہے اور مسائل و احکام کا حصہ بھی ہے جس سے کام سلیقہ سے ہوتا ہے۔

یہ مجموعہ اس قابل ہے کہ گھروں اور مسجدوں میں تھوڑا تھوڑا پڑھ کر سنایا جائے اور جتنا سنا جائے اس پر عمل کی کوشش کی جائے۔ خدا کرے سب مسلمان متحد

ہو کر اس الہامی نظام کو قبول کریں اور عملی زندگی میں نافذ کریں۔

خاتمۃ الکتاب

حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے فرمایا

"مجھے اللہ کے بھروسہ پر یقین ہے کہ اگر سب مسلمان اسی طرح کام میں لگ جائیں گے تو تمام مصائب اور پریشانیوں کا جو اس وقت مسلمانوں کے سامنے ہیں بہت جلد خاتمہ ہو جائے گا اور نصرت الٰہی ان کے ساتھ ہو گی۔ اور اس دستور العمل کو چند روز کے لئے نہیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قائم اور جاری رکھیں"[1]

اب اس مضمون کو اس دعا پر ختم کرتا ہوں۔

ربنا اغفرلنا ذنوبنا واسرافنا فی امرنا وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین ○ آمین

مشرف علی تھانوی

جمعرات ۲۹، ربیع الاول ۱۴۳۰ھ